مخالفتِ پردہ کے پسِ پردہ حقائق

ڈاکٹر سید محمد جمیل واسطی

زیرِ نظر مضمون جناب جمیل واسطی صاحب نے ۱۹۳۴ سے ۱۹۳۹ کے دوران کسی وقت لکھا تھا جو اس وقت ہندوستان کے مجلّات کی زینت بنا۔ جمیل واسطی ایک استاذ، بیوروکریٹ، ادیب اور دردِ دل رکھنے والے مسلم دانشور گزرے ہیں ان کا انتقال ۱۹۸۱ میں ہوا، ان کے مقالات کا مجموعہ ان کے انتقال کے بعد شائع ہوا۔ ہم ان کے ایک مقالہ کے جزو اول پردہ کو ایک نئے عنوان سے شائع کر رہے ہیں۔ تاکہ قارئین ان کے دیگر مقالات بھی پڑھیں۔ جو کتابی صورت میں اسلامی روایات کا تحفظ کے نام سے فضلی بک سپر مارکیٹ اور ویلکم بک پورٹ اردو بازار کراچی پر دستیاب ہیں۔

ہماری دنیوی ہزیمت کے بعد سب سے بڑی غلط فہمی جو اسلامی تمدن کے متعلق پیدا ہوئی' وہ اسلامی دنیا کی عورتوں سے روائتی سلوک کے متعلق تھی۔ مسلمانوں کی کم علمی کا احساس رکھتے ہوئے اور عیسویت کی تبلیغی کوشش کی امداد کی نیت سے مغربی مصنفین نے اسلام کے متعلق اس قسم کی غلط فہمیوں کے پھیلانے میں بڑا حصہ لیا ہے۔ تشریح کی آسانی مدنظر رکھتے ہوئے اس مضمون کو دو حصص میں منقسم کر دینا مناسب ہوگا۔

اول پردہ۔ دوم کثیر الازدواجی۔ یہ دونوں مضامین درحقیقت واحد مضمون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مطلب کو بالکل واضح کرنے کے لئے ان مضامین میں ''کثیر الازدواجی'' سے ایک مرد کے کئی عورتوں سے جنسی تعلقات کا مطلب لیا جائے گا اور ایک عورت کے کئی مردوں سے تعلقات جنسی کے لئے ''پولی اینڈری'' کی مغربی اصطلاح استعمال کی جائے گی۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ موجودہ زمانے میں ہماری سوسائٹی کا پردہ کو چھوڑنے کی طرف میلان اسلامی دنیا کی عظیم الشان ہزیمتوں کے بعد عناصر قوت کی غلط تشریح کے باعث شروع ہوا ہے۔ موجودہ حالات میں حکمرانوں کی نقل کی طرف میلان چنداں حیرت انگیز واقعہ نہیں۔ اسلامی حکومت کے اثر سے شمالی ہندوستان میں کئی غیر مسلم خاندانوں نے بھی پردہ شروع کر دیا تھا۔ جو آج تک کئی اعلیٰ

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

ہندو گھرانوں میں قائم ہے۔ اندلسی خلافت کے زمانہ میں ہسپانوی عیسائی عربی لباس پہنتے تھے اور ہسپانوی سفید رو عورتیں ایسا غازہ استعمال کرتی تھیں، جس سے ان کے چہروں کا رنگ بھی حکمران عربوں کی عورتوں کے چہروں کے رنگ کی طرح خوشنما ہو جائے۔ اس نقل کے پیچھے حکمرانوں کی معاشرتی برابری مقصود ہوتی ہے۔ اگر موجودہ حکمران اقوام میں پردہ کا رواج ہوتا، تو مسلمان پردہ چھوڑنے کی طرف ہرگز مائل نہ ہوتے اور وہ دلائل جو آج پردہ کے خلاف محض محکومانہ نقل کو باعزت بنانے کے لئے سوجھ رہے ہیں شاید خیال میں بھی نہ آتے۔ صدیوں مسلمان سلطنتوں میں محکوم بے پردہ اقوام آباد رہیں۔ لیکن اس وقت مسلمانوں کو پردہ کے خلاف شدید مخالفت کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور اگر "عورتوں کی قید" یعنی پردہ مسلمانوں کے موجودہ تنزل کا باعث ہے تو انہوں نے بے پردہ قوموں کو ایک ہزار سال سے زیادہ مدت تک کس طرح محکوم و مجبور بنائے رکھا؟

تیرہ سو سال تک مسلمان دنیا کی تاریخ سازی میں یورپ کے مدمقابل رہے ہیں۔ اگر موجودہ فاتح یورپ کے آتش انتقام سے دہکتے ہوئے دل میں ہماری تہذیب کی جانب غصہ و حقارت کا جذبہ ہو تو یہ باعث تعجب نہیں۔ دنیا میں کامیابی اعلیٰ ترین دلیل سمجھی جاتی ہے۔ مغلوب مورد حقارت ہوا کرتے ہیں۔ یہ حقارت جو ہماری روایات کے متعلق ظاہر کی جاتی ہے، ہمارے موجودہ سیاسی حالات کا نتیجہ ہے اور ان مذاہب کا ہتھیار ہے جو اسلام کی وسیع دنیا کو اپنی مادی و روحانی وراثت کی امید رکھتے ہیں۔ اظہار حقارت کو دوستانہ مشورہ خیال کرنا قومی خودکشی کے مترادف ہوتا ہے۔ اسلام کے متعلق صریح غلط بیانیوں سے لبریز پروپیگنڈہ یورپ کے ہر گوشے میں پھیلا ہوا ہے۔ ہمارے رسول مقبول ﷺ، ہماری شریعت، ہمارے لباس و رسوم تک کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ہم یورپ کی حقارت کو دلیل بنا کر آخر کس کس روایت کو ترک کر دیں گے؟ یہ فاتحین کا دستور ہے کہ وہ محکوم اقوام کی معاشرت اور تہذیب و تمدن کا مذاق اڑائیں لیکن مفتوحین کا فرض ہے کہ وہ اپنے دماغی توازن کو سنبھالے رکھیں۔ اگر اپنے مذہب و معاشرت کے خلاف اظہار حقارت کرنے میں ہم بھی حریفوں کے ساتھ شامل ہو جائیں گے تو کسی دن ہماری قوم کا نام دنیا سے محو ہو جائے گا۔

غالباً اس جگہ یہ بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ نکاح، جائیداد اور زندگی کے دیگر

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

معاملات میں اسلام نے عورت کو اس وقت سے حقوق عطاء کئے ہوئے ہیں' جب کہ دوسرے مذاہب میں عورت کا درجہ غلام سے بدتر تھا۔ اسلام میں عورت مرد کی ملکیت نہیں ہے۔ مسلمان عورت اپنے خاوند کی طرح خدائے واحد کی عبادت کرتی ہے۔ اسے خاوند کو خدا سمجھ کر پوجنے کا حکم نہیں ہے جیسا کہ دوسرے مذاہب میں ہے۔ نہ اس کو خاوند کی موت پر زندہ آگ میں جلا کر ستی کرنا اسلام میں جائز ہے۔ اس کو مرد کی طرح اقتصادی و معاشرتی و مذہبی و روحانی حقوق حاصل ہیں۔ انگلستان میں عورت جائیداد رکھنے کا حق صرف پچھلی صدی میں حاصل ہوا ہے۔

یونان' شام' ایران اور عرب میں اسلام سے قبل بھی پردے کا رواج تھا۔ ایرانی حرم میں تو ''پردہ اس قدر شدت سے تھا کہ نرگس کے پھول بھی محل کے اندر نہیں جا سکتے تھے کیونکہ نرگس کی آنکھ مشہور ہے''۔

اسلام سے پہلے بھی جہاں جہاں عورت کی عصمت و پاکیزگی کی حفاظت کی ضرورت محسوس ہوئی پردہ کے اصولوں کو عمل میں لایا گیا۔ لیکن اسلام سے پہلے عورت کی پاکیزگی کچھ ایسی عام معاشرتی خصوصیت نہ تھی[۲]۔ یہ پردہ محض اس لئے رائج نہیں کیا گیا تھا کہ حوا کی بیٹی کو اس کی ماں کے گناہوں کی سزا دی جائے۔ اسلام اجازت دیتا ہے کہ عورت اپنی عصمت کی حفاظت کے لئے اپنے چہرے کو چھپا لے۔ پردہ محض ذریعہ ہے' مقصد عصمت کی حفاظت ہے۔ اگر کوئی عورت اپنا منہ ڈھانپنا چاہے تو اس کو پوری آزادی ہونی چاہئے کہ وہ ڈھانپ لے۔ اس پر دوسری اقوام یا مسلمانوں کو مضطرب ہونے کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔

اگر عصمت کوئی قابل قدر صفت نہیں ہے تو اس کی حفاظت بے معنی ہے۔ لیکن اگر عصمت واقعی ایسی صفت ہے کہ اس کی قدر کی جائے تو مناسب ہوگا کہ ہم ایسی اقوام کے جنسی حالات کا مطالعہ کریں جو پردہ نہیں کرتیں اور دیکھیں کہ بے پردگی میں عصمت کہاں تک محفوظ ہے؟ علمی تشریح کو محض جذباتی بیان پر ہمیشہ ترجیح دینی چاہئے۔

صرف انگلستان میں ناجائز اولاد کی پیدائش بتیس ہزار فی سال[۳] ہے۔ اگر ویلز' سکاٹ لینڈ' شمالی آئرلینڈ و جزائر کو بھی شامل کر دیا جائے تو تعداد تقریباً ساٹھ ہزار ہوگی۔ اس ضمن میں حسب ذیل امور

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

قابل غور ہیں۔

۱:۔ ہر جنسی تعلق بچہ کی ولادت پر منتج نہیں ہوتا۔ کئی دفعہ نصف صدی کی ازدواجی زندگی میں صرف چار پانچ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ امریکہ میں تیرہ فیصد شادی شدہ جوڑے بے اولاد ہوتے ہیں۔ فطرت میں تضیع تخم بہت زیادہ ہے لیکن باوجود اس کے جب ناجائز اولاد کی مندرجہ بالا تعداد سرکاری کتب میں درج ہوئی ہے اور آپ اس سے ناجائز تعلقات کی تعداد کا کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں۔

۲:۔ ناجائز اولاد کو روکنے کے لئے آلات مانع الحمل لاکھوں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں ہر سال استعمال ہوتے ہیں۔

۳:۔ شادی شدہ عورت کی اولاد ہمیشہ خاوند کی اولاد سمجھی جاتی ہے اور ناجائز شمار نہیں ہوتی۔ لہٰذا ناجائز اولاد کی مندرجہ بالا تعداد غیر شادی شدہ وکنواری عورتوں کی اولاد کی ہے۔

۴:۔ کئی بچے پیدائش سے پہلے ہی ہلاک کر دیئے جاتے ہیں اور بقول کار ساندرس (دنیا کی آبادی۔ مطبوعہ آکسفورڈ) یہ عمل انگلستان اور جرمنی میں بہت عام ہے۔

جب مندرجہ بالا چار باتوں کے باوجود انگلستان کے محکمہ پبلک ہیلتھ کے سرکاری کاغذات میں ساٹھ ہزار ناجائز بچے ہر سال درج ہوتے ہیں تو ظاہر ہے کہ یورپ کی معاشرت میں جنسی اخلاق کی کیا حالت ہے۔ ظاہر ہے کہ یورپ کے جنسی تعلقات میں وہ سادگی نہیں جو شادی کو پردہ کی امداد سے حاصل ہوتی ہے۔ یورپ میں جنسی تعلقات کی پیچیدگی جو مندرجہ بالا حالات سے ظاہر ہے کثیر الازدواجی اور پولی اینڈری دونوں ہی قسم کے جنسی تعلقات بیک وقت پیدا کر دیتی ہے۔ گو قانون اور مذہب کے خوف سے ظاہریت میں آبادی صرف شادی شدہ جوڑوں اور غیر شادی شدہ انسانوں پر مشتمل معلوم ہوتی ہے۔ ان حالات میں تقریباً ہر مغربی عورت جھوٹ اور منافقت کی زندگی گذارنے پر مجبور ہوتی ہے اور ان حالات میں مغربی مصنفین کا پردہ اور اسلام کی محدود کثیر الازدواجی پر زہر اگلنا اور اپنے ممالک کی معاشرتی حالت کو عمداً نظر انداز کرنا مسلمانوں کو جان بوجھ کر بے وقوف بنانے کے مترادف ہے۔

یہ بھی غلط ہے کہ ان معاملات میں مشرق و مغرب کے عقیدے میں فرق ہے۔ عیسائیت مرد اور عورت کی عصمت پر تقریباً اتنا ہی زور دیتی ہے جتنا کہ اسلام۔ مغرب کے لاکھوں کلیساؤں میں

عیسائیت کی لاکھوں مجلسوں میں جنسی پاکیزگی کی تلقین ہوتی ہے۔ خدمت خلق کی انجمنیں۔ اسکول۔ یونیورسٹیاں اور حکومتیں سب اس امر کی ضرورت پبلک کو یاد دلاتی رہتی ہیں۔ کیونکہ ایک قوم کی دنیوی و روحانی فلاح و بہبود کے لئے ایماندارانہ شادی' ازدواجی وفاداری اور جنسی ضبط نہایت ضروری امور ہیں اور مغربی لوگ ان اصولوں کی قدر و قیمت سے آشنا ہیں۔ لیکن وہ اپنے آپ کو پردہ پر آمادہ نہیں کر سکتے اور نہ یہ ان کے پرانے فاتحین مسلمانوں کی روایت ہے۔ لہٰذا قابل نفرین و حقارت ہے۔

ڈاکٹر برگ ؒ ڈورفر کی تحقیقات کے مطابق برلن میں دانستہ اسقاط الحمل کی تعداد اور جائز و ناجائز پیدائش میں ایک سو تین اور سو کی نسبت ہے۔ ڈاکٹر لاوری اپنی کتاب ہر سیلف (مطبوعہ فاربس اینڈ کمپنی) میں قبل از پیدائش بچوں کے قتل کی تعداد ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں پندرہ لاکھ فی سال بتاتی ہیں۔ باوجود اس کے کہ ڈاکٹر ریمنڈ پرل کے اعداد و شمار کے مطابق آلات مانع الحمل کا استعمال اسی ملک کی سفید عورتوں کے غریب طبقوں کے مقابلے میں ۳۲٫۷ فیصد سے بڑھ کر متمول طبقوں میں ۸۷٫۳ تک پہنچ جاتا ہے۔ پیرس کی سوربون یونیورسٹی کے فاضل پروفیسر ڈاکٹر لاکا سائن کے حساب سے فرانس میں ہر سال ساڑھے آٹھ لاکھ (۸۵۰٬۰۰۰) جائز و ناجائز پیدائشوں کے مقابلے میں پانچ لاکھ بچے مجرمانہ اسقاط الحمل (Criminal Abortion) سے ضائع کئے جاتے ہیں۔ برٹش میڈیکل ایسوسی ایشن کی ایک کمیٹی نے جوان معاملات کی تفتیش کے لئے قائم کی گئی تھی ۱۹۳۶ء میں اپنی رپورٹ مرتب کی' جس میں یہ تسلیم کیا گیا کہ تمام جائز و ناجائز پیدائشوں کی تعداد کے تقریباً بیس فیصد کے برابر تعداد کو مجرمانہ اسقاط الحمل سے برباد کر دیا جاتا ہے۔ ناروے و سویڈن کے صحت کے محکموں کی کمیٹیاں تقریباً انہی نتائج پر پہنچی ہیں۔ ڈاکٹر ایڈن نے سویڈن میں اس قسم کے معاملات پر تفتیش کر کے دریافت کیا کہ ۱۹۳۰ء میں سویڈن میں جائز و ناجائز پیدائشیں ۹۴۲۲۰ تھیں اور اسقاط الحمل کی تعداد جو اکثر مجرمانہ تھا ۱۰۴۴۵ تھی۔ سویڈن کے ڈاکٹر ڈالبرگ کا خیال ہے کہ لوگ عام طور پر ناجائز اولاد کی ایک تہائی کو اسقاط الحمل کے ذریعے ضائع کر دیتے ہیں۔

غرض یورپ میں شادی ایک کامیاب ادارہ نہیں ہے اور اپنے مقاصد یعنی عورت اور مرد کو تمام عمر آپس میں وفادار رکھنے اور غیر شادی شدہ عورت کی عصمت کو محفوظ رکھنے میں کامیاب نہیں ہوئی' بلکہ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

شادی کی تقدیس اور عصمت کی منافقت کو قائم رکھنے کے لئے لاکھوں بے گناہ بچے مجرمانہ اسقاط الحمل کے ذریعے ضائع کر دیئے جاتے ہیں باوجود اس کے کہ آلات مانع الحمل بھی بکثرت مستعمل ہیں۔ یورپ کی آبادی کے بتدریج تنزل کی ایک وجہ یہ جنسی حالات بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قومی آبادی کو گھٹتا ہوا دیکھ کر کئی یورپی سیاستدان شادی اور عصمت کے متعلق قدیم رویہ کو بالکل تبدیل کر دینے کے حق میں ہیں۔ مذہبی ہدایت اور سیاسی وقومی ضرورت کے باوجود یورپ میں پردے کے بغیر شادی کی تقدیس اور عصمت محفوظ نہیں۔ جو حضرات پردہ کے مخالف ہیں ان کے لئے یہ مناسب ہے کہ وہ یورپ کے جنسی حالات کی علمی تفتیش کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچیں۔ روایات کی یاد شاید ایک نسل کو نیک اور شریف رکھے۔ لیکن دوسری تیسری نسل میں یہی یورپی حالات ہماری معاشرت کا دائمی حصہ بن جائیں گے۔ اسلام کوئی جادو منتر نہیں کہ بلا محکم یقین اور مناسب عمل کے اخلاقی بلندی کا ضامن رہے۔ جن ممالک نے موجودہ زمانے میں پردہ ترک کیا ہے' ان کی اخلاقی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ ان ملکوں میں عورت سے پردہ کر سکنے کی آزادی قانوناً چھن چکی ہے۔ نتیجہ یہ کہ جو خرابیاں اس سے پہلے آبادی کے ایک حصہ تک مخصوص تھیں اب عام ہو چکی ہیں۔

پردے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ پردے کی صورت میں آزاد محبت کی اجازت نہیں ہوتی۔ مندرجہ بالا ناجائز اولاد اور مجرمانہ اسقاط الحمل کے اعداد وشمار اسی آزاد محبت کا نتیجہ ہیں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ حالات پہلے سے زیادہ خراب ہو گئے ہیں لیکن ناجائز اولاد کے ان اعداد وشمار سے جو ہیرلڈ کاکس نے اپنی کتاب ''پرابلم آف پاپولیشن'' یعنی ''مسئلہ آبادی'' میں درج کئے ہیں' صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تعداد صرف انگلستان میں پچھلی صدی کے نصف حصے میں تقریباً چھیالیس ہزار فی سال تھی۔ یعنی تمام برطانیہ میں کوئی نوے ہزار ہوگی۔ اس بڑی تعداد کی کچھ وجہ یہ بھی نظر آتی ہے کہ اس وقت عیسائی مذہب کی زبردست مخالفت کی وجہ سے طلاق کا اسلامی قانون انگلستان میں ابھی نافذ نہیں ہوا تھا۔

مندرجہ بالا حالات سے ظاہر ہے کہ مغرب میں عورت پردہ کی پابندیوں سے آزاد ضرور ہے مگر خوش نہیں ہے۔ اس کو جنسی تعلقات میں وہ استقلال نصیب نہیں ہے جو مسلمان پردہ دار بیوی اپنے خاوند کے دل پر اعتبار جما کر حاصل کر لیتی ہے۔ مغربی معاشرت میں پردہ رائج نہ ہونے کی وجہ سے عورت

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

میں جہاں ایک سوسائٹی کے اندر ہر انسان ایک دوسرے کو دیکھ اور مل سکتا ہے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ جس کے لئے ایک انسان کے دل میں جذبہ محبت پیدا ہو وہ کسی دوسرے کے عشق میں گرفتار ہو۔ ان حالات میں عشق محض جنسی بدنظمی کا جواز بن سکتا ہے۔ لہٰذا شادی کی بقاء کے لئے احساس فرض کے علاوہ عورت کی عفت اور مرد اور عورت کے میل جول کی مناسب تنظیم لازم ترین شرائط ہیں اور یہ اسلامی نکاح اور پردے سے بمقابلہ کسی اور ذریعے کے بطرز احسن پوری ہو سکتی ہیں۔

کہتے ہیں کہ پردے کی رکاوٹ خواہش کو بھڑکاتی ہے اور اس طرح بدی کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ مگر کیا لوگ اس لئے جرم کرتے ہیں کہ جرائم کی روک تھام کی جائے؟ کیا جرائم کے خلاف تمام رکاوٹی قوانین کی تنسیخ قومی زندگی کو جرائم سے پاک کردے گی؟ امریکہ میں شراب خوری کے خلاف تمام قانونی بندش کے ختم ہونے کے بعد شراب خوری میں اندھا دھند اضافہ ہو رہا ہے۔ ساغر و مینا کی الماری کھول دینا توبہ شکنی کا بندوبست کرنا ہے۔ محض گفتگو کی رونق کے لئے معقولیت کو قربان کرنا مناسب نہیں ہوتا۔

حریفوں کا اعتراض ہے کہ مسلمان ضمیر پر اعتماد نہیں کرتے۔ محض جبر پر اعتماد کرتے ہیں۔ لیکن دنیا میں کوئی ملک ایسا نہیں جس میں قوانین تعزیرات اور دوسرے قوانین رائج نہ ہوں۔ مہذب ممالک میں ادنیٰ اشیاء کی چوری کے معاملے میں قوانین' پارلیمنٹوں' عدالتوں' سپاہیوں' ہتھکڑیوں اور قید خانوں کی ضرورت محسوس کئے جانے سے صاف عیاں ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی محض ضمیر پر مکمل اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور انسانی ضمیر قانون و تعزیر کی امداد کا محتاج ہے۔ پردہ ضمیر کی امداد ہے' ضمیر کا بدل نہیں ہے۔ جس طرح قتل کے خلاف قوانین کی موجودگی میں تمام قتل بالکل بند نہیں ہو جاتے لیکن اس بہانے سے قتل کے خلاف تمام قوانین کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح پردہ کا مکمل سو فیصد کامیاب نہ ہو سکنا اس کے منسوخ کردینے کے حق میں دلیل نہیں ہے۔

بے پردہ معاشرت میں مخلوط جنسی تعلقات نہ صرف اخلاقی پہلو رکھتے ہیں بلکہ نسل انسانی کے لئے دیگر قبیح اثرات بھی پیدا کرتے ہیں۔ امریکہ کے ڈاکٹر بیکر ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں آتشک زدہ لوگوں کی تعداد تیس لاکھ بتاتے ہیں جو صحت یابیوں کے باوجود ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ ڈاکٹر ٹامس پران کے مطابق اس میں سے صرف پچیس فیصد مرض پیشہ ور عورتوں کی وجہ سے پھیلا ہوا ہے۔ باقی پچھتر فیصد مرض

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ : امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

سوسائٹی میں نمائش کی غرض سے انتخاب کی جاتی ہے۔ حسن اخلاق و سیرت ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ نیز شادی کے بعد بھی بے پردہ سوسائٹی میں عورت کا مقابلہ عورت سے اور مرد کا مقابلہ مرد سے قائم رہتا ہے۔ ہر شکل و صورت کے مرد و عورت کو جو اطمینان اور خوشی کی زندگی بسر کرنے کے امکانات اسلامی معاشرت میں پردہ کی وجہ سے حاصل ہیں شاید کسی اور معاشرت میں میسر نہیں۔

یہ چنداں حیرت کی بات نہیں ہے کہ دنیا میں کسی قوم میں اتنی کامیاب شادیاں نہیں ہوتیں جتنی کہ مسلمانوں میں۔ کیونکہ مسلمانوں کی پردہ دار معاشرت میں جنسی محبت اسلامی نکاح کے مقدس ماحول میں شروع ہوتی ہے۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے یہ بات جذباتی تعصب نہیں۔ غالباً یہ بیان کر دینا غیر مناسب نہ ہوگا کہ اخباری بیانات کے مطابق انگلستان میں ہر وقت پندرہ ہزار سے پچیس ہزار تک طلاق کے مقدمات عدالتوں میں معلق رہتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر مقدمات خاوند اور بیوی کی جنسی بے وفائی کی بناء پر دائر کئے جاتے ہیں۔ جج لنڈسے کی کتاب ''ریوولٹ آف ماڈرن یوتھ'' یعنی ''بغاوتِ شباب'' کے مطابق ہر سال امریکہ میں اتنی ہی طلاقیں ہوتی ہیں جتنی شادیاں۔ اور یہ ان لاکھوں ''علیحدگیوں'' کے علاوہ ہیں جو قانونی صورت اختیار نہیں کرتیں۔ ظاہر ہے کہ آزاد عشقیہ شادیاں ازدواجی وفاداری، محبت اور استقلال کی ضامن نہیں بن سکتیں۔ جب حسن یا جذبہ عشق ہی نکاح و شادی کی بنیاد ہو تو حسن کے تغیر یا جذبہ عشق کے بدل جانے کے بعد وفاداری کی کوئی اور وجہ باقی نہیں رہتی۔ ہر انسان کا عشق کے قابل ہونا محض جذباتی گفتگو ہے اور دائمی عشق بہت نادر واقعہ ہے۔ خود ان شعراء کی زندگیاں جنہوں نے مغربی ادب میں دائمی محبت کے گیتوں اور افسانوں کا اضافہ کیا ہے۔ مختلف عورتوں سے بدعہدی اور دیگر جنسی جرائم کی تاریخیں ہیں۔ مشرقی روایات کے مطابق ایسے جذبے کے لئے جس کا نتیجہ معاشرہ میں مغرب کی طرح جنسی بدنظمی، جنسی امراض، بڑی تعداد میں اسقاط الحمل اور بے انتہا طلاقیں ہوں، ''عشق'' اور ''محبت'' کے مقدس الفاظ استعمال نہیں کئے جا سکتے۔ مغربی ''آزاد عشق'' یا ''آزاد محبت'' میں آزادی بمعنی خوشوقتی، دروغ گوئی، یا غیر ذمہ دار فلرٹیشن کے ہوتی ہے۔ جس کا اکثر نتیجہ بلا نکاح جنسی تجربہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ مغربی معاشرت کی حالت سے ظاہر ہے۔ مشرق میں ایسے جذبے کو عشق یا محبت کہنا مذاق سا معلوم ہوتا ہے۔ مشرق میں شاید اسے ''آزاد ہوس پرستی'' کہنا زیادہ مناسب ہو۔ نیز بے پردہ معاشرت

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

کی ذمہ دار نام نہاد شریف خواتین ہیں۔ ''مین ہڈ اینڈ میرج'' یعنی ''شباب و شادی'' (مصنفہ میک فیڈن۔ امریکہ) میں تیس ۳۰ سال کی عمر کے مردوں میں سے پچھتر اور نوے فیصد کے درمیان تعداد اس مرض کا شکار بتائی گئی ہے۔ اسی مستند کتاب میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں تمام امراض پوشیدہ کے مریضوں کی تعداد ایک نسل کی کل آبادی کا نوے فیصد درج ہے۔ ڈاکٹر ولیم سن کے مطابق انگلستان کی نصف آبادی اسی قسم کے امراض قبیحہ کا شکار ہے۔ فرانس میں پانچ لاکھ بچے ایک سال کی عمر کے اندر اندر اس لئے ضائع ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کے والدین جنسی امراض قبیحہ کے شکار تھے۔ ''مائن کامف'' میں ہٹلر جرمن نسل کی اس غارت گری کی طرف دردناک اشارات کرتا ہے جو بداخلاقی اور امراض جنسی کے ہاتھوں ہو رہی ہے[۶]

ظاہر ہے کہ امریکہ اور یورپ کے مصنفین و مبلغین جو عام طور پر اپنے ممالک کے حالات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں' جب مسلمانوں کو پردہ کے متعلق شرمسار کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کا مقصد محض خدمت و دوستی نہیں ہوسکتا۔ اگر مسلمان اپنی روایتی اخلاقی پاکیزگی اور جنسی صحت کو قائم رکھنا چاہتے ہیں تو ان کے لئے پردہ سے شرمانے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ بے پردہ سوسائٹی کو پردہ کے محاسن سے آگاہ کرنا بہترین خدمت خلق ہے۔ فضول غیر علمی بحثوں کے بجائے اصل حالات کے صحیح مطالعہ سے ہی ہم درست نتائج پر پہنچ سکتے ہیں۔ محض جذبات تمام بحث میں قدر مشترک کی حیثیت رکھتے ہیں اور مسئلہ کے دونوں پہلوؤں کو اپنی حدت سے متوثر کر سکتے ہیں۔

چند حضرات نے ایک نئی اصطلاح ''اسلامی پردہ'' ایجاد کی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ اگر عورتیں ہاتھ اور منہ ننگا رکھیں تو اسے بھی ''پردہ'' تصور کر لینا چاہئے۔ جس حدیث سے یہ جواز حاصل کیا جاتا ہے اس میں محرم و نامحرم کی تخصیص نہیں ہے۔ یعنی محرموں کے سامنے بھی اس سے زیادہ حصہ جسم ننگا کرنا مناسب ہے نہیں۔ یہ اشارہ اس پردہ پر نہیں ہے جو صرف نامحرموں سے واجب ہے اور آنکھیں نیچے رکھنے کے حکم کی تعمیل عورت پر پردہ کے اندر بھی واجب ہے۔ مناسب یہی ہے کہ عورت جب نامحرم مرد سے دو چار ہو تو برقعہ کے اندر بھی آنکھیں نیچی کرے۔ مگر کیونکہ اس مضمون میں اسلامی روایات کو صرف دلائل عقلی و علمی پر ہی مبنی کیا ہے۔ اس [۸] لئے اس جگہ یہ عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ یہ نام نہاد ''اسلامی پردہ'' چنداں کارگر ثابت نہیں ہوا۔ یورپ کے اکثر ممالک میں سردی اس قدر ہے کہ تمام عورتیں سوائے چہرے

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ : امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

کے باقی جسم کو ڈھانپے رہتی ہیں۔لیکن متذکرہ بالا اخلاقی گلکاریاں اس قسم کے ''اسلامی پردے'' کے باوجود ظہور میں آتی ہیں۔ظاہر ہے کہ لفظ ''پردہ'' جب تک اپنی تعریف میں چہرہ اور تمام زینتوں کو چھپانا شامل نہ کرے' اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکتا اور جہاں تک مجھے علم ہے گو یہ امر بحث سے قریبی تعلق نہیں رکھتا تمام اسلامی تاریخ میں حکماء و شرفاء و عوام پردہ میں چہرہ چھپانے کو شامل سمجھتے رہے ہیں۔اگر جنگ حدیبیہ میں مسلمان عورتوں نے بے پردہ ہو کر کفار کا مقابلہ کیا اور ان کو شکست دی تو یہ پردہ ترک کرنے کا جواز نہیں کیونکہ جنگ میں تو قتل کرنا بھی جائز ہوتا ہے۔

پردہ کے متعلق جو بحث اوپر گذر چکی ہے اس سے ظاہر ہے کہ سوال پردہ یا بے پردگی کا نہیں بلکہ پردہ یا زنا کا ہے۔اور زنا قرآن کریم کے ممنوعات میں سے ہونے کے علاوہ انسانوں کو اخلاقی و جسمانی لعنتوں کا شکار بناتا ہے اور نسل انسانی کا قاطع ہے۔آبادی کے بڑھنے کے جو اعداد و شمار اکھٹے کیے گئے ہیں' ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ بے پردہ نسلوں کی آبادی دن بدن کم ہو رہی ہے۔اگرچہ اس مسئلہ کو اقتصادی تغیرات پیچیدہ بنا دیتے ہیں پھر بھی عام طور پر یہ امر قابل ثبوت ہے۔

جو اعداد و شمار میں ذیل میں بیان کر رہا ہوں' یہ کار ساندرس کی کتاب ''دی ورلڈ پاپولیشن'' (The world population) یعنی ''آبادیٔ دنیا'' (مطبوعہ آکسفورڈ) سے ماخوذ ہیں۔

نام	موجودہ آبادی ۱۹۳۵ء	آئندہ آبادی	کس فاضل کا اندازہ ہے
برطانیہ	۴۰ملین	۲۰۳۵ء میں صرف ۱۹ملین رہ جائیگی	چارلس
سکاٹ لینڈ	۴ملین	۲۰۳۵ء میں تقریباً ایک ملین رہ جائیگی	چارلس
فرانس	۴۱ملین	۱۹۷۵ء میں صرف ۳۰ملین رہ جائے گی	سووے
جرمنی	۶۵ملین	۲۰۰۰ء میں صرف ۴۶ملین رہ جائے گی	کاہن اور برگ ذورفر

اسی طرح دوسرے یورپی ممالک میں بھی جنسی آزادی کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ آبادی کی ترقی میں کمی واقع ہو رہی ہے۔اس کے مقابلہ میں اسلامی ممالک کی آبادی ترقی پر ہے ۱۹۲۱ء اور ۱۹۳۱ء

کے درمیان ہندوستانی مسلمانوں کی تعداد میں ایک کروڑ کا اضافہ ہوا ہے۔الجیریا میں مسلمان اس صدی کے شروع میں صرف تیس ۳۰ لاکھ تھے اب ۹ ساٹھ لاکھ ہیں۔یہی حال دیگر اسلامی ممالک کا ہے۔ترکی اور ایران میں بے پردگی ابھی بہت نیا واقعہ ہے۔بے پردگی کے یورپی اثرات کے واضح ہونے کے لئے ایک صدی یا کم از کم تین نسلوں کا گذرنا ضروری ہے۔یہ سب ترقی باوجود اس امر کے ہے کہ مسلمان صنعتی ترقی میں بہت کم حصہ لے رہے ہیں۔نیز اسلامی آبادی میں۔ ترقی ہوئی ہے' وہ ایسے انسانوں پر مشتمل ہے جو پردہ کی پابندیوں کو قبول کرنے کی وجہ سے جنسی صحت واخلاق کے لحاظ سے باقی تمام اقوام عالم سے بہتر ہیں اور یہی امر اسلامی آبادی کی آئندہ ترقی کا ضامن ہے۔اگر مسلمان پردہ کے پابند رہے اور جنسی اخلاق میں سخت مضبوط رہے اور اس کے ساتھ صنعتی ترقی کی جانب متوجہ ہو گئے تو ممکن ہے کہ محض آبادی کی ترقی ہی ان کو دنیا کی قیصریوں کا وارث بنادے۔

ایک اور غلط فہمی جو پردہ کے متعلق ظاہر کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ پردہ عورت کو مجلسی زندگی سے محروم کردیتا ہے۔اس جگہ غالباً یہ بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ پردہ عورت کو مرد سے ہوتا ہے نہ کہ عورتوں سے۔دنیا کی نصف آبادی عورتوں کی ہے جس سے عورت کو پردہ نہیں ہوتا۔ عورت اس نصف دنیا سے مجلسی و معاشرتی تعلقات بلا کسی رکاوٹ کے رکھ سکتی ہے۔عورت کو عورتوں سے تعلقات میں حسن اخلاق وسلیقہ کی اتنی ہی ضرورت ہوتی ہے جتنی مردوں کو آپس کی ملاقات میں۔رفاقت' محبت اور خدمت کی خواہشات بھی عورتوں کی نصف دنیا میں پوری ہوسکتی ہیں۔لیکن اگر کوئی عورت نصف دنیا سے ملنے کی آزادی کو غلامی تصور کرے اور اس کی زندگی کا مجلسی پروگرام خاوند کے دوستوں اور ملاقاتیوں کے ساتھ اختلاط کے بغیر پورا نہ ہوسکے اور اگر کوئی عورت عورتوں کی نصف دنیا میں دوستی اور محبت پیدا کرسکنے پر قانع نہ ہو اور اپنی نسوانیت کو چند مردوں کی ملاقات وخوشنودی حاصل کئے بغیر ضائع ہوتا ہوا خیال کرے تو اس عورت کے مقاصد کو محض مجلسی سمجھنا اس کو اور اپنے آپ کو دھوکا دینا ہے۔

پردہ کے مخالف حضرات پردہ کو چند غیر فطری عیوب کا باعث گردانتے ہیں۔ان حضرات سے غالباً یہ درخواست بیجا نہ ہوگی کہ محض قالبی منطق آرائی کے بجائے وہ یورپ کی معاشرت میں بھی ان عیوب کا مطالعہ کریں۔پولیس کے کاغذات انہیں حیرت میں ڈال دیں گے اور مناسب علمی تفتیش کے بعد

بے پردہ معاشرت کے متعلق ان کا غلط حسن ظن باقی نہ رہے گا۔[۱۰]

بعض مخالفین کا خیال ہے کہ موجودہ پردہ اس لئے نا جائز ہے کیونکہ عرب میں اس قسم کے پردہ کا رواج نہ تھا۔ آج کل بھی ہمارے ان دیہات میں جہاں کی معاشرت اب تک قدیم عربی معاشرت کے مشابہ ہے۔ پردہ عربی پردہ کی طرح ہے۔ لیکن شہروں میں آبادی' دولت' منظم بداخلاقی اور معاشرتی منافقت کی وجہ سے ایسے حالات پیدا ہوگئے ہیں کہ ان حالات میں پردہ اسی صورت میں کامیاب ہوسکتا ہے' جس صورت میں کہ اس وقت شہروں میں موجود ہے۔ یہ شہری پردہ عربی دیہاتی پردہ کی ہی ترقی یافتہ صورت ہے' جسے شہروں کے اخلاقی حالات کے مطابق کسی قدر بدل دیا گیا ہے اور یہ پردہ عربی اسلامی مدنی پردہ کی روایت ہے' جس میں چنداں تغیر نہیں ہوا۔

تمام دنیا کے مسلمان یورپی اقوام کی سیاسی کامیابی سے اتنے مرعوب ہو چکے ہیں کہ وہ یہ سمجھے بغیر کہ ان کے لئے یورپ کی مسلمہ حقارت کی وجوہات علاوہ مذہبی اختلاف کے سیاسی و تاریخی ہیں جن کا علاج صرف دنیوی قوت کے عناصر کا حصول ہے' پردہ کو چھوڑنے اور یورپی تہذیب کے عناصر ظاہری کی تقلید سے یورپ کی نظروں میں یورپ سے برابری حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن ہر تغیر ترقی نہیں ہوتا نہ ہر فرق نقص ہوتا ہے۔ کیا یہ مناسب ہے کہ ہم اپنی کامیاب طرز معاشرت کو اس لئے بدل دیں کہ یہ یورپی حکمرانوں کی ناکام طرز معاشرت کے مشابہ نہیں ہے؟ یہ زیادہ مناسب ہے کہ ہم یورپ کے بے پردہ معاشرت کے افسوسناک نتائج پر غور کریں اور ان کی درست جنسی حالت کو مسلمان عورتوں کے سامنے رکھ کر فیصلہ ان پر چھوڑ دیں کہ وہ مسئلہ کے کون سے پہلو کو پسند کرتی ہیں۔

کئی حضرات جنسی پابندیوں کے خلاف یہ دلیل دیا کرتے ہیں کہ مغربی ماہرین نفسیات کے مطابق جنسی تسکین میں رکاوٹ ''نیوروسس'' یعنی امراض اعصابی پیدا کرتی ہے[۱۱]۔ اس امر کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ شادی اسی وجہ سے جائز کی گئی ہے۔ بلکہ نصف الایمان ہے اور پردہ اور شادی کا باہم ہونا ناممکن نہیں بلکہ پردہ شادی کو استقلال دینے کے علاوہ دوسری معاشرتی' جسمانی و روحانی خوبیوں کو بھی ممکن بنا دیتا ہے۔ اس میں انکار نہیں ہوسکتا کہ پردہ شادی سے پہلے جنسی تسکین اور شادی کے بعد جنسی بدنظمی کے راستہ میں حائل ہے اور پردہ دار سوسائٹی میں ہر جگہ اور ہر موقع پر جنسی تسکین ناممکن ہے۔ بے

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆

پردہ سوسائٹی میں جنسی تعلقات کے مواقع زیادہ آسانی سے اور زیادہ حاصل ہوتے ہیں اور ایسی سوسائٹی ان مغربی ماہرین نفسیات کے مطابق زیادہ پسندیدہ ہوتی ہے لیکن وہ جسمانی لعنتیں' معاشرتی الم اور اولاد کے متعلق قباحتیں جو اس قسم کی جنسی بدنظمی سے رونپذیر ہوتی ہیں پردہ کے حق میں کافی دلیل ہیں۔ تمام یورپی ادب کے اکثر المیہ روپک اور افسانے صرف ایک بے پردہ سوسائٹی میں واقع ہوسکتے ہیں۔ اگر ادب آئینہ حیات ہے تو یورپ کی جنسی زندگی ایک ٹریجیڈی یعنی دردناک المیہ ہے' جس میں خوشگوار تبدیلی صرف پردہ کے قبول کرنے سے ہی ہوسکتی ہے۔

علاوہ ازیں جنسی تعلقات میں رکاوٹ پیدا ہونے سے جذباتی اضطراب انسان کے روحانی قوائے تخلیق کو مضبوط کرتا ہے اور حسنِ تمدن میں ظاہر ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ تمام ادبی و فنی و علمی کشمکش و ترقی کے پیچھے وہ جذباتی اضطراب ہے جو جنسی ضبط نے زندگی کے ان پہلوؤں کی طرف منعطف کردیا ہے۔ مکمل جنسی تسکین کی صورت میں انسان کی تمدنی قوتیں امکانی حالت میں رہتی ہیں۔ جنسی خواہشات کی قربانیاں تمدن کی تعمیر کی بنیاد ہیں ۲۱۔ اگر کوئی تہذیب جنسی خواہشات کو پورا کرنے کی طرف مائل ہو جاتی ہے تو وہ تہذیب ان قوتوں کو آہستہ آہستہ ضائع کردیتی ہے جو تمدن کی بنیاد ہیں اور وہ تہذیب تنزل کی جانب مائل ہوجاتی ہے۔ لیکن مکمل جنسی رکاوٹ اگر انسانی تہذیب کے لئے اعلیٰ ترین حالات پیدا کرسکتی ہو۔ ظاہر ہے کہ ناممکن العمل ہوگی اور قاطع نسل انسانی بھی ہوگی۔ اور انسانوں کے بغیر تمدن کوئی معنی نہیں رکھتا۔

تاریخ انسانی میں جہاں کہیں کوئی قوم ترقی کی راہ پر گامزن نظر آتی ہے' وہ قوم اس وقت جنسی پابندیوں میں بھی مصروف نظر آتی ہے۔ سمیری' بابلی' یونانی اور رومی اقوام نے اپنی تاریخ کے آغاز میں ایک مرد اور ایک عورت کی مستقل شادی کے قوانین جاری کئے۔ تاریخ سے ظاہر ہے کہ جہاں کبھی شادی اور وفاداری کا خیال غالب ہوا ہے' عورت اور مرد کی برابری کے نظریئے کو صدمہ پہنچا ہے اور عورتوں کے عصمت پر فخر کرنے سے انہیں وہ معاشرتی پابندیاں قبول کرنی پڑی ہیں جو ان کے عصمت پسند خاوندوں نے ان پر عائد کی ہیں۔ ان حالات میں قوموں کی ترقی شروع ہوتی ہے۔ لیکن بڑھتی ہوئی سلطنت اور امارت ہر قوم کے لئے پہلی جنسی پابندیاں ناقابل برداشت بنادیتی ہے اور ان پابندیوں کو چھوڑنے کا دور

علم وفن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

ہمیشہ قومی وقار کے انحطاط کے دور کا ہمعصر ہوتا ہے اگر چہ علمی تفتیش سیاسی حالات وعناصر قوت کے حصول کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتی۔

جنسی وفاداری اور تنظیم کی تعلیم جو آنحضرت ﷺ نے عربوں کو دی' ان فتوحات سے غیر متعلق نہ تھی جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اسلام کو ہوئیں۔ اسلامی نکاح اور جنسی پابندیوں میں جو نسلیں پیدا ہوئیں اور تربیت پاتی رہیں وہ اطراف عالم میں فاتحانہ پھیل گئیں۔ انہوں نے ایک عظیم الشان سلطنت اور دنیا کی متمول ترین تہذیب کو پیدا کیا۔ شجاعت وجرات میں اسلامی عساکر اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ ایک ہزار سال تک مسلمان دنیا کی تاریخ کے مالک رہے ہیں۔ باوجود محکومی وادبار کے یورپ کے مصنفین آج کل بھی مسلمانوں کے بہادر ہونے اور موت سے خائف نہ ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔ شہداء کے یقینی موت کے متبسم مقابلہ کے پیچھے وہ جنسی پابندیاں ہوتی ہیں' جو نکاح کی تقدیس اور پردہ کی وجہ سے اسلامی معاشرت میں رائج ہیں۔

یہ بالکل ممکن ہے کہ اگر ایک قوم پردہ کو قائم رکھے اور عناصر قوت پر قابو رکھے تو وہ دائمی طور پر اپنی تہذیب وسیاست کے وقار کو قائم رکھ سکے گی۔ یہ درست ہے کہ آج عناصر قوت پر ہمارا قابو نہیں ہے۔ لیکن موجودہ حالات کی درست تشریح کے بعد جب ہم اصلی عناصر قوت کے حصول کی جانب توجہ مبذول کریں گے تو مستقبل اتنا تاریک معلوم نہ ہوگا جتنا کہ آج نظر آرہا ہے۔ بشرطیکہ درمیانی وقفہ میں ہم جنسی پابندیوں کو کمزور نہ کردیں اور ان قوائے تہذیب وحیات کو زندہ رکھیں جو صرف منظم جنسی رکاوٹ کی حالت میں ظاہر ہوسکتے ہیں۔ ان حالات میں نکاح کی تقدیس کو قائم رکھنا انتہائی ضروری ہے اور جیسا کہ اوپر کے اعداد وشمار' دلائل وبراہین سے واضح ہے۔ پردہ کی ترویج ایسی معاشرت پیدا کردیتی ہے' جس میں جنسی وفاداری' نسل انسانی کی بقاء اور جنسی رکاوٹ سب خوبیاں حاصل ہوسکتی ہیں اور ہم افراط وتفریط کے نقائص سے مصئون رہتے ہیں۔

پردہ کی حمایت سے یہ مراد نہیں کہ ہم عورتوں کی فلاح کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ پردہ میں عورتوں کی فلاح سہی لیکن ہمارے فرائض عورتوں کی جانب محض پردہ سے زیادہ وسیع ہیں۔ سب عورتوں کے لئے بہتر تعلیم اور تحفظ صحت کے سامان اور ضرورت مند خواتین کے لئے پردہ کے ساتھ ساتھ کام کاج کے مواقع

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ : امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

بہم پہنچانا قومی فرض سمجھنا چاہئے۔

بعض حضرات نے دماغی عدم توازن کی وجہ سے پردے کو جہالت کا دوسرا نام سمجھ لیا ہے۔ پردہ چھوڑنا کوئی طلسم نہیں ہے جسے عمل میں لانے سے عورت فوراً عالم فاضل بن جاتی ہے۔ کئی غیر مسلم اقوام کی عورتیں ہزاروں سال سے بے پردہ اور غیر تعلیم یافتہ ہیں۔ جہاں جہاں بھی اسلامی حکومت رہی ہے وہاں مسلمان عورتیں دوسری بے پردہ عورتوں سے زیادہ تعلیم یافتہ اور شائستہ رہی ہیں۔ آج کل ہماری عورتیں اس لئے تعلیم یافتہ نہیں ہیں کیونکہ ہم نے پردے کے اندر ان کی تعلیم کا مناسب انتظام نہیں کیا۔

یورپ اور روس میں بھی چھوٹے لڑکے اور لڑکیوں کے اسکول علیحدہ بننا شروع ہو گئے ہیں کیونکہ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ نہایت چھوٹی عمر میں لڑکے اور لڑکیاں جنسی تعلقات پیدا کر سکتے ہیں۔ میری سٹوپس (''سیکس اینڈ دی ینگ'' یعنی جنس وطفولیت) اور دیگر مصنفین کے مشاہدوں سے واضح ہے کہ چھ اور دس سال کے درمیان کی عمر میں بھی لڑکیاں جنسی تجربہ رکھتی ہیں اور جنسی امراض قبیحہ میں مبتلا پائی جاتی ہیں۔ ڈاکٹر ایڈتھ ہکر اپنی کتاب ''لاز آف سیکس'' یعنی ''قوانین جنسیت'' میں بیان کرتی ہیں کہ ''مہذب اور امیر گھرانوں کے سات آٹھ سال کے بچوں کے لئے بھی یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے کہ وہ اپنی عمر کے بچوں کے ساتھ ہمجولیوں کے سامنے جنسی تعلقات قائم کریں''۔ وہ آگے بیان کرتی ہیں کہ امریکہ کے شہر بالٹی مور سٹی میں صرف ایک سال کے اندر بارہ سال سے کم عمر کی ایک ہزار سے زیادہ لڑکیاں عدالتوں میں جنسی مظلومیت کے مقدمات کے متعلق پیش ہوئیں۔ ظاہر ہے کہ مخلوط سوسائٹی مجبور سوسائٹی ہے۔ بچوں کی تعلیم شروع سے ہی علیحدہ علیحدہ ہونی چاہئے۔ روس اور یورپ کے ماہرین تعلیم اس امر کو قبول کر رہے ہیں۔ بچوں کی حفاظت چھوٹی عمر سے ہی کرنی چاہئے تاکہ ہماری نسلیں ہمیشہ ہمیشہ تک روحانی و دماغی ہیجان سے محفوظ رہیں اور ہماری تہذیب و وقار کو قائم رکھیں۔ اور ہم ان نتائج سے محفوظ رہیں جن سے نسلی کمزوری، جسمانی بیماری، خاندانی غم اور معاشرتی ذلت ومنافقت کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ پردہ کی تکالیف کو بے پردہ سوسائٹی کی المناک حالت کے مقابلہ میں رکھ کر ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہئے کہ اس غیر تسلی بخش دنیا میں کونسی تکلیف زیادہ قابل قبول ہے۔

ہمیں چاہئے کہ لڑکیوں کے لئے علیحدہ مدرسوں اور طبی وصنعتی کالجوں کی توسیع میں پوری کوشش کریں اور پردہ کے اندر اعلیٰ اور پاکیزہ تعلیم کا بندوبست کریں۔ مشین کے استعمال سے مزدوروں کی

بچت ہوتی ہے۔ اس لئے تمام صنعتی ممالک میں لاکھوں مزدور بے کار رہتے ہیں۔ لہٰذا مناسب ہے کہ عورتوں کو مردوں کے برابر مزدور سمجھ کر ہم بے کار اور غریب مزدوروں کی تعداد میں اضافہ کریں بلکہ خاندانی زندگی کے قیام کی کوشش کریں۔ جو قوم اپنی عورتوں کو اعلیٰ مائیں اور بیویاں بنانے کے بجائے آزادی اور برابر کے الفاظ سے دھوکا کھا کر انہیں دوسرے درجہ کی نوکر یا کلرک بنادیتی ہے وہ قوم زیادہ دیر تک اپنی تہذیب و سیاست کے وقار اور اپنی آبادی کو قائم نہیں رکھ سکتی۔ جرمنی اور جاپان کے سیاست دانوں نے انہی حالات سے آگاہ ہو کر عورتوں کے لئے کارخانوں اور دیگر قسم کے کاموں کو ممنوع قرار دیا ہے۔ ہمارے لئے بھی مناسب یہی ہے کہ برابر و آزادی کے الفاظ کی سطحی جھلک سے خیرہ ہو کر اپنی قوم کو مصیبت اور گمراہی کی جانب نہ لے جائیں۔

شہروں میں پردہ دار عورتوں کے لئے گھریلو قسم کی صنعتوں مثلاً جراب سازی' بنیان سازی' صابون سازی وغیرہ کے کارخانے ہونے چاہئیں اور عورتوں کے لئے خانہ داری اور صنعتی تعلیم کے لئے پردہ دار مدرسے ہونے چاہئیں۔ عورتوں کی صحت کے لئے مناسب کھلے مکان اور پردہ دار باغ نہایت ضروری ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ میونسپل کمیٹیاں اپنی آبادی کی ضروریات کو محسوس کرتے ہوئے پردہ دار باغ نہ بنا سکیں یا موجودہ باغوں کو پردہ دار بنا کر ہفتہ میں چند دن عورتوں کے لئے مخصوص نہ کر سکیں۔ ہر محلہ میں جہاں مسجدیں دو ۲ یا دو ۲ سے زیادہ ہوں' ایک مسجد کو عورتوں کے لئے مخصوص کر دینا چاہئے تاکہ محلے کی عورتیں جمع ہو سکیں' وہاں نماز بھی ادا کریں اور آپس میں جان پہچان و میل جول سے معاشرتی تعلقات بھی بڑھائیں۔

نیز ہمیں اپنے دیہات اور شہروں میں پردہ کو زیادہ مانوس بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ فرضی حقارت یا انگشت نمائی کے خیال سے پردہ دار عورتوں کے ہمراہ بازاروں میں نکلنے سے شرمانا نہیں چاہئے تاکہ ہمیشہ گاڑی یکے کی ضرورت کی وجہ سے پردہ ایک گراں تکلف نہ بن جائے۔ پردہ دار جلسے جہاں عورتیں مل کر اظہار رائے کر سکیں ضرور منعقد ہونے چاہئیں تاکہ عورتوں کی رائے بھی ہمارے مشوروں میں شامل ہو سکے۔ غرض اس طرح ناممکن نہیں کہ ہم اپنی موجودہ زندگی کی اخلاقی بلندی کو قائم رکھتے ہوئے عورتوں کو دوسری اقوام کی عورتوں سے کسی لحاظ سے پیچھے نہ پائیں اور ہماری عورتیں باقی دنیا کی عورتوں کے سامنے بہترین شہریت اور اخلاقی بلندی کے نمونے مہیا کر سکیں۔

حواشی

۱۔ یہ مقالہ پہلی دفعہ جب پڑھا گیا' اس وقت اکثر مسلمان سیاسی طور پر یورپ کے ماتحت تھے۔ اس مقالے میں بہت سے اضافے بعد میں یورپ میں کئے گئے۔

۲۔ پڑھیئے :۔ BURGO PARTRIDGE, AHISTORY OF ORGIES (1958) سن ۱۹۷۰ء

۳۔ R.S.MORTON: VENEREAL DISEASES مطبوعہ ۱۹۶۶ء کے صفحہ نمبر ۱۱۳ پر سن ۱۹۶۳ء میں صرف انگلستان اور ویلز میں ناجائز بچوں کی تعداد انسٹھ ہزار درج ہے یعنی سکاٹ لینڈ اور شمالی آئرلینڈ کو ملا کر تقریباً اسی ہزار ہوگی۔

۴۔ انقلاب روس کے ایام اوائل میں کیمونسٹ حکومت نے تمام ملک میں آزاد جنسیت رائج کر دی تھی۔ مگر تجربے نے بہت سے خیالی نظریئے بدل دیئے ہیں۔

Lundberg & Farnham (modern women) کے مطابق ۱۹۳۶ء سے ''روسی پروپیگنڈہ خاندانی منظم زندگی کے حق میں اتنا ہی تیز ہے جتنا رومن کیتھولک عیسائیوں کا''۔

۵۔ CARR SAUNDERS : THE WORLD POPULATION

۶۔ اسی لئے ہٹلر نے عورتوں کو گھر سے باہر کے دفتری اور تجارتی کام چھوڑ کر گھروں میں واپس لوٹ جانے کا حکم دیا تھا۔ اسی لئے مسولینی کے فاسستی پیروؤں کے نزدیک بچے' باورچی خانہ اور کلیسا عورت کے لئے مکمل اور مناسب دلچسپی کا باعث ہونے چاہئیں۔

۷۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں اپنے بھتیجے عبداللہ بن الطفیل کے سامنے زینت سے آئی تو نبی ﷺ نے اس کو ناپسند فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ یہ تو میرا بھتیجا ہے۔ (یعنی محرم ہے) حضور ﷺ نے فرمایا:۔

''جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ اپنے جسم میں سے کچھ ظاہر کرے سوائے چہرے کے اور سوائے اس کے''۔ یہ کہہ کر آپؐ نے اپنی کلائی پر اس طرح ہاتھ رکھا کہ آپ کی

علم و فن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

گرفت کے مقام اور ہتھیلی کے درمیان صرف ایک مٹھی بھر جگہ باقی تھی۔ (''از پردہ'' مصنفہ ابوالاعلی مودودی)

۸۔ اس مسئلہ پر قرآن کریم وحدیث نبویؐ کے احکام کے لئے کتاب ''کشف الالتفات عن مسئلہ الحجاب'' (مصنفہ الحاج مولانا کریم بخش صاحب) مطالعہ فرمائیں۔

۹۔ ۱۹۳۷ء

۱۰۔ ملاحظہ فرمائیں ضمیمہ نمبر ا۔

۱۱۔ دیکھئے ضمیمہ نمبر ۲ ''ادب وفن کا ایک پہلو''

۱۲۔ J. C. UNWIN: Sex and Culture (1934) اَنون کے نزدیک معاشرتی بالیدگی، جذبہ دریافت، وسعت کی طرف میلان اور سرگرمی عمل اس وقت ایک سوسائٹی میں نظر آتے ہیں جب کہ زنا کے خلاف قوانین پر سختی سے عمل ہوتا ہے۔ ایسی سوسائٹیاں جو قبل از نکاح اور بعد از نکاح جنسی عمل کی دلدادہ ہوتی ہیں کاہل اور غیر ترقی پذیر ہوتی ہیں۔

عمدہ اور لذیذ مٹھائیوں کا مرکز

کائناتِ شیریں

MC-622

گرین ٹاؤن ۔ کراچی

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ : امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا